درسِ حدیث

محمد یحییٰ نعمانی*

قرآن وسنت کی تعلیمات کی پابندی اور بدعات سے پرہیز کی تاکید

سیدنا محمد رسول اللہ (ﷺ) کو اللہ تعالیٰ نے اپنا آخری رسول بنا کر مبعوث فرمایا تھا اور یہ اعلان فرمایا تھا کہ آپ ﷺ کے اوپر نازل ہونے والی کتاب اور آپ ﷺ کے ذریعہ عالم انسانیت کو دی گئی ہدایات وتعلیمات قیامت تک کے لیے ہیں۔ انہی کے ذریعے اور ان پر عمل کر کے ہی انسانوں کو صحیح رہنمائی اور اللہ کی رضا اور ابدی سعادت کی منزل تک رسائی ملے گی۔ آں حضرت ﷺ کی نبوت کا خاص الخاص امتیاز اور سب سے بڑی فضیلت ہی یہ ہے کہ آپ ﷺ سے پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو نبی ورسول دنیا میں آئے اللہ تعالیٰ کی تقدیر میں طے تھا کہ ان کی شریعت وکتاب کے ذریعے ایک خاص مدت تک انسانوں کی ہدایت کا کام لیا جائے گا۔ اور ان کی تعلیمات ومواعظ کے ذریعے ایک خاص مدت تک انسانوں کا تزکیہ وتربیت اور رذائل وخبائث سے ان کے دل پاک کیے جائیں گے، اس کے بعد نئی نبوت کا زمانہ آجائے گا، نیا نبی مبعوث ہوگا، اس کی تعلیمات ہدایت کا راستہ دکھائیں گی، اس کی شریعت کا قانون نافذ ہوگا، اور اس کے مواعظ ونصائح دلوں میں اللہ کی محبت اور خوف وخشیت پیدا کر کے انسانوں کی اصلاح کریں گے۔

لیکن جب اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ نبوت ورسالت اور آسمانی صحیفوں کے اس سلسلہ کو نبوت محمدی اور قرآن پر ختم کیا جائے اور وہ کامل رہنمائی اور مکمل شریعت اتار دی جائے جو قیامت تک کے لیے کافی ہو تو لازم تھا کہ پچھلے انبیاء کی کتابوں اور تعلیمات کے برخلاف قرآن مجید اور آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کی حفاظت کا ایسا انتظام کیا جائے جس میں کوئی رخنہ نہ پڑے۔ پچھلے نبیوں پر نازل ہونے والی کتابوں میں سے اکثر کا تو نشان بھی نہیں ملتا۔ تورات اور کچھ دوسرے صحیفے کہا جاتا ہے کہ موجود ہیں مگر کوئی صاحبِ علم اس زمانے میں اس کا قائل نہیں کہ اس میں بڑی مقدار میں کمی بیشی نہیں ہو چکی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی انجیل کا تو کچھ پتا نہیں۔ جو رسالے انجیل کہلاتے ہیں، وہ دراصل بعد کے لوگوں کے ذریعے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سوانح عمریاں ہیں اور وہ بھی غیر معتبر۔ اس کے برخلاف اللہ کی طرف سے آں حضرت ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب کی ایسی حفاظت کا تکوینی انتظام کیا گیا کہ اس کا ایک ایک نقطہ محفوظ ہے۔ اس طرح آں حضرت ﷺ کی وہ تعلیمات، ہدایات اور ارشادات ومواعظ جن کو ہم عرف عام میں احادیث کہتے ہیں۔ اس کی بھی جانچ پرکھ کا ایسا نظام رکھا گیا ہے کہ ''اسلام'' قطعی طور پر معلوم ومتعین اور بے شبہ وبے غبار ہے۔

* مرتب ''الفرقان''، لکھنؤ

آں حضور ﷺ کی ''شانِ خاتمیت'' کا تقاضا صرف یہی نہیں تھا کہ آپ ﷺ کی تعلیمات کاغذ کے دفتروں میں اور قلم کی روشنائیوں کی شکل میں محفوظ ہیں۔ بلکہ آپ ﷺ نے یہ بھی اعلان فرمایا تھا اور بار بار فرمایا تھا کہ قیامت تک اس دین پر اس کی اصل شکل میں' اور اس کی بنیادی روح و مزاج کی حفاظت کے ساتھ' بلکہ اس کی خاص قلبی کیفیات و جذبات کے ساتھ عمل کرنے والے اور اس طریقے کو عام کرنے والے بھی ہر زمانے میں باقی رہیں گے۔ اس مقصد کی خاطر جہاں علمی طور پر قرآن وسنت کی حفاظت کا وہ انتظام اللہ تعالیٰ نے کیا جو کتابوں اور شریعتوں کے ساتھ نہیں کیا گیا تھا' وہیں آں حضرت ﷺ نے اپنی امت کو اس بات کی بڑی تاکید کی کہ وہ قرآن اور آپ ﷺ کی تعلیمات اور آپ کے طریقوں پر پوری استقامت کے ساتھ اور دین کے سلسلے میں نئی نئی باتوں اور غلو و جفاف کے رویوں سے محفوظ رہنے کی کوشش کرے۔

عن العرباض بن ساریةؓ قال: صلی بنا رسول الله ذات یوم ثم اقبل علینا فوعظنا بلیغة ذرفت منها العیون وَوَجلت منها القلوب فقال رجل: یارسول الله 'ان هذا موعظة مودّ ع فماذا تعهد الینا؟ قال: أوصیکم بتقوی الله والسمع والطاعة 'وان عبداحبشیا ' فانه من یعش منکم فیری اختلافاً کثیراً، فعلیکم بسنتی وسنته الخلفاء المهدیین الراشدین ،تمسکوابها وعضوا علیها بالنواجذ، وایاکم ومحدثات الامور ،فإن کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة. (رواہ ابوداؤد والترمذی وابن ماجہ واحمد والدارمی)

حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے ہم لوگوں کو (فجر کی) نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ایک نہایت موثر وعظ فرمایا۔ جس کی تاثیر کا یہ حال تھا کہ ہماری آنکھیں بھر آئیں اور دل خوف زدہ ہو گئے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول یہ تو ایسا خطبہ ہے جیسے الوداع کہنے والا دم واپسیں وعظ کہے (اگر ایسا ہی ہے) تو ہماری درخواست ہے کہ کچھ ہم کو (ضروری اور بنیادی باتوں کی) وصیت فرما دیجیے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میں تم کو وصیت کرتا ہوں، اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے خلیفہ یا امیر کی اطاعت کرنا' چاہے وہ امیر کوئی حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ تم میں سے جو کوئی میرے بعد کچھ مدت رہے گا' وہ بڑے اختلافات دیکھے گا۔ (ایسے عالم میں میری تم کو وصیت یہ ہے کہ) تم میری سنت و تعلیمات اور خلفاء راشدین مہدیین کے طریقے پر مضبوطی سے جمے رہنا، اس کو لازم پکڑ لینا اور خبردار (دین میں) نئی نئی باتوں سے پرہیز کرنا' اس لیے کہ دین میں نئی نکالی ہوئی باتیں بدعت ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (سنن ابوداؤد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی و مسند احمد)

آں حضرت ﷺ کی اس تاکید اور وصیت میں اشارہ موجود ہے کہ آپ ﷺ کو اس کا اندازہ ہو گیا تھا یا اللہ کی طرف سے آپ ﷺ کو اطلاع دے دی گئی تھی کہ اب آپ زیادہ دن اس دنیا میں رہنے والے نہیں ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی جب آپ کے طرز کلام اور تقریر کے انداز سے اس کا اندازہ ہوا تو انہوں نے درخواست کی کہ کچھ ایسی ضروری

باتوں کی آپ وصیت فرمادیں جوگرہ سے باندھ لی جائیں......اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ نے جو باتیں بھی نصیحت وصیت کے طور پر ارشاد فرمائیں ہوں گی۔وہ آں حضرت ﷺ کے نزدیک کتنی اہمیت رکھتی ہوں گی اور امت کے لیے ان کو مستقل یاد رکھنا اور ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرنا کتنا ضروری ہوگا۔

سب سے پہلے تو آپ ﷺ نے امت کو اپنے بعد کے لیے تقویٰ (یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے اور اس کے خوف کے تحت احتیاط سے زندگی گزارنے) کی تلقین فرمائی۔اس کے بعد آپ ﷺ نے امت کو اپنے حاکم وخلیفہ اور امیر کی اطاعت کا حکم دیا کہ اس کے بغیر امت کا اجتماعی نظم بکھر جائے گا۔یہاں خیال رکھنا چاہیے کہ قرآن وسنت میں مسلمانوں کو صرف خلیفۂ وقت اور باقاعدہ حکمرانوں کی اطاعت کا حکم نہیں دیا گیا ہے بلکہ سارے ہی انتظامی عہدے داروں اور معاشرے کے ان ذمہ داروں کی اطاعت کا حکم دیا گیا، جن کو عرفِ عام میں سوسائٹی میں اپنے اپنے دائروں میں بالاتر مانا جاتا ہے مثلاً ایک خاندان میں یہ حیثیت باپ کی اور شوہر کی ہوتی ہے۔اسکول ومدرسہ میں اس کے ذمہ دار کی ہوتی ہے۔ آفس میں اس کے عہدے دار کی ہوتی ہے......انسانی مصلحت کا تقاضا اور اللہ ورسول (ﷺ) کا حکم یہ ہے کہ ان سارے بڑوں کی اطاعت کی جائے۔ہاں کسی بھی مخلوق کی اطاعت اس وقت تک ہی کی جائے گی۔جب تک اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کا کوئی حکم نہ ٹوٹے۔

ان دونوں کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگوں میں سے جس کو میرے بعد کچھ دن زندگی کے اور ملیں گے، وہ دیکھے گا کہ میری امت میں بڑے اختلافات پیدا ہوجائیں گے۔اس کے لیے میری وصیت یہ ہے کہ شعوری طور پر طے کرلے کہ میرے طریقے اور میرے بعد خلفاء راشدین کے طریقے کو مضبوطی سے تھام لے اور بس اس کی پیروی کرے۔ ہاں واضح ہے کہ آپ ﷺ نے یہاں جن اختلافات کے پیدا ہونے کی پیشین گوئی فرمائی ہے۔یہ دین میں پیدا ہونے والے وہ مذموم اختلافات ہیں جن کا سبب بعض لوگوں اور حلقوں کا آں حضرت ﷺ کے طریقے اور خلفاء راشدین کے مزاج وطریقہ سے انحراف ہے۔آں حضرت ﷺ کی یہ پیشین گوئی آپ ﷺ کی وفات کے بعد ۳۰۔۳۵ سال کی مدت کے اندر پوری ہونی شروع ہوگئی۔روافض وخوارج اور اعتزال کی بدعتوں سے بدعات اور دینی انحرافات کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ آں حضرت ﷺ کی پیشین گوئی کے مطابق آج تک جاری ہے۔

آپ ﷺ نے اس پیشین گوئی کے بعد بڑی شدت کے ساتھ اس بات کی تاکید فرمائی کہ نجات کا راستہ یہی ہے کہ آپ ﷺ کے طور طریقے پر کاربند رہا جائے اور دین میں پیدا کی جانے والی نئی باتوں ''بدعات'' سے بچا جائے۔کیوں کہ ہر بدعت گمراہی وضلالت ہی ہے۔

''بدعت'' کیا ہے؟

''بدعت'' کا مسئلہ ہمارے دین کا ایک اہم مسئلہ ہے۔اس لیے ضروری ہے کہ بدعت کی ایسی توضیح کردی جائے کہ عام پڑھے لکھے مسلمان کے لیے بدعت کو پہچان لینا آسان ہوجائے۔حضرت مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ کو اللہ نے مشکل علمی مسائل کی تفہیم وتسہیل کا خاص ملکہ دیا تھا۔بدعت کے مسئلے کی انہوں نے بڑی آسان اور عام فہم تشریح وتوضیح فرمائی ہے۔ذیل میں اس کو انہی کے الفاظ میں نقل کیا جاتا ہے:

''ایمان وکفر اور صلوٰۃ وزکوٰۃ وغیرہ کی طرح ''بدعت'' کی ایک خاص دینی اصطلاح ہے اور اس سے مراد ہر وہ امر ہے۔جس کو دینی رنگ دے کر دین میں شامل کیا جائے اور اگر وہ کوئی عمل ہے تو اس کو دینی عمل کی حیثیت سے کیا جائے اور عبادات وغیرہ دینی امور کی طرح اس کو ثوابِ آخرت اور رضائے الٰہی کا وسیلہ سمجھا جائے اور شریعت میں اس کی کوئی دلیل نہ ہو'نہ کتاب وسنت کی نص،نہ قیاس اور اجتہاد واستحسان جو شریعت میں معتبر ہیں۔

ظاہر ہے کہ بدعت کی اس تشریح کی بنا پر ان نئی ایجادات کا استعمال اور وہ نئی باتیں جو عہد نبوی میں نہیں تھیں اور جن کو امر دینی نہیں سمجھا جاتا'بدعت کے دائرے میں نہیں آتیں۔جیسے کہ ریل،موٹر،ہوائی جہاز وغیرہ کے ذریعے سفر اور اسی طرح کی دوسری جدید چیزوں کا استعمال......اسی طرح جس زمانے میں دینی مقاصد کی تحصیل وتکمیل اور دینی احکام کی تعمیل کے لیے جن جدید وسائل کا استعمال کرنا ضروری ہو'وہ بھی اس تشریح کی بنا پر اس کے دائرے میں نہیں آئیں گے۔جیسے قرآن مجید پر اعراب وغیرہ لگانا تاکہ عوام بھی صحیح تلاوت کرسکیں اور کتب حدیث کی تالیف اور ان کی شرحیں لکھنا اور فقہ کی تدوین اور مختلف زبانوں میں حسب ضرورت دینی موضوعات پر کتابوں کی تصنیف واشاعت کا اہتمام اور دینی مدارس اور کتب خانوں کا قیام وغیرہ۔یہ سب چیزیں بھی بدعت کی اس تشریح کی بنا پر اس کے دائرے میں نہیں آئیں گی۔کیونکہ اگرچہ یہ عہد نبوی میں نہیں تھیں لیکن جب اہم دینی مقاصد کی تحصیل وتکمیل اور دینی احکام کی تعمیل کے لیے یہ ضروری اور ناگزیر ہوگئیں تو یہ شرعاً مطلوب اور مامور بہ ہوگئیں۔جس طرح وضو کرنا شریعت کا حکم ہے لیکن جب اس کے لیے پانی تلاش کرنا یا کنویں سے نکلنا ضروری ہو تو وہ بھی شرعاً واجب ہوگا۔دین وشریعت کا مسلمہ اصول ہے کہ کسی فرض وواجب کے ادا کرنے کے لیے جو کچھ کرنا ضروری اور ناگزیر ہو وہ بھی واجب ہے۔لہٰذا اس طرح کے سارے امور جن کا اوپر ذکر کیا گیا'بدعت کی اس تشریح کی بنا پر اس کے دائرے ہی میں نہیں آتے بلکہ یہ سب شرعی مطلوبات اور واجبات ہیں۔

بدعت کی یہی تشریح وتعریف صحیح ہے اور اس بنا پر بدعت ضلالت ہے جیسا کہ زیر تشریح حدیث میں فرمایا گیا ہے''کل بدعة ضلالة''(ہر بدعت گمراہی ہے)''(معارف الحدیث۔جلد ہشتم'ص ۶۰،۶۱)